اپنوں جیسا دیس

محمد زکریا خان

چلی کی ایک معمر خاتون نے امیر جماعت سے کہا کہ آپ
جب تک یہاں سینٹیا گو میں ہیں میرے فلیٹ پر قیام کریں
اور وہ بھی بلا معاوضہ!

خدا کے راستے میں نکلنا نہایت مبارک کام ہے۔ قرون اولی میں بھی اسی عمل سے اسلام متعارف ہوا تھا اور اب بھی اسلام اسی عمل کا وسیع پیمانے پر منتظر ہے۔

پچھلے دنوں ملتان سے ایک جماعت جنوبی امریکہ کے ملک چلی(Chile) آٹھ ماہ کے لیے نکلی تھی۔ مولانا نثار احمد اس جماعت کے ہمراہ دوسری مرتبہ چلی میں ایک لمبا قیام کر کے حال ہی میں ملتان لوٹے ہیں۔ یہ مضمون مولانا کے سفر چلی کا خلاصہ ہے جسے راقم اپنے الفاظ میں بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

چلی جس کا تلفظ اردو کے لفظ 'چلے' کے قریب ہے جنوبی امریکہ کا ایک ملک ہے۔ یہاں بیشتر ہسپانوی (اسپین کے) لوگ آباد ہیں۔ سرکاری اور رابطے کی زبان بھی ہسپانوی ہے۔ کچھ عشرے پہلے ملتان کے علاقے عباس پورہ نزد چوک شاہ عباس کے لوگ روزگار کی تلاش میں چلی جا کر آباد ہو گئے تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک جماعت نے اپنے ذمہ اس کام کا بیڑا اٹھا رکھا ہے کہ وہ پاکستان کے مسلمانوں کی دوسرے ملکوں میں بھی جا کر نصرت کرتی رہتی ہے۔ تبلیغی جماعت کے عمائدین سے یہ بات پوشیدہ نہ رہی ہو گی کہ تیس چالیس سال پہلے مشرق وسطی کے ستائے لوگ جب ہجرت کر کے چلی آباد ہو گئے تھے تو وہ کس طرح مشرقی ثقافت اور مشرقی اقدار سے رفتہ رفتہ دور ہوتے چلے

گئے تھے۔ اسی احساس نے ہی یہ جذبہ پیدا کیا ہے کہ دنیا کے آخری کونے میں موجود اپنوں کو تنہا نہ چھوڑا جائے اور گاہے بگاہے تبلیغی جماعت کے ذمہ دار اس فریضے کو نبھاتے رہتے ہیں۔

مولانا نثار احمد جو ابدالی مسجد ملتان سے متصل دینی درس گاہ کے رئیس المدرسین ہیں پہلے بھی چلی جا چکے ہیں۔ چلی کا ویزا آسان نہیں ہے اس لیے کہ پاکستان میں چلی کا سفارت خانہ ہی نہیں ہے۔ طے یہ پایا کہ ملیشیا کے راستے چلی کا سفر کیا جائے۔ خدا چاہے تو ایک نیکی کو جتنا بڑھا دے۔ مقصد سفر تو یہ تھا کہ پاکستانیوں سے چلی میں ملاقات کی جائے اور مشرقی روایات سے انہیں وابستہ رکھا جائے مگر اللہ تعالی نے اس میں ملیشیا کے مسلمانوں کے ساتھ روابط کا بھی سلسلہ پیدا کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز صرف عرش کا سایہ ہو گا اور باقی ہر طرف بلا کی گرمی اور دھوپ ہو گی۔ کچھ خوش قسمت عرش کے سائے میں لائے جائیں گے۔ ان خوش قسمت لوگوں میں ایک صنف ایسے مسلمانوں کی ہو گی جو ایک دوسرے سے بے غرض صرف اللہ کے لیے محبت رکھتے تھے۔ آپ علیہ السلام کے اس ارشاد کی وجہ سے سلف صالحین ایک دوسرے سے دور دراز کا سفر کر کے ملاقات کے لیے جایا کرتے تھے۔ بعضے تو اتنی پڑتال کرتے کہ مکرر پوچھ لیتے کہ واقعتاً آپ مجھ سے اللہ کی خاطر ملنے آئے ہیں۔ مہمان کہتا کہ بخدا یہی سبب ہے۔ میزبان کہتا مجھے کوئی برا خیال نہیں آیا تھا۔ میں نے اس وجہ سے یہ بات کی ہے کہ خود آنحضور اسی طرح پوچھ لیا کرتے تھے۔

ملائیشیا میں قیام کے دوران میں مولانا اور ان کے ساتھیون کو چلی کا ویزا مل گیا۔ چوبیس گھنٹے کی اڑان کے بعد جہاز چلی کے دارالحکومت سینٹیاگو کے ہوائی اڈے پر سلامتی سے پہنچ گیا۔ ہمارے ساتھیوں نے متعدد بار ہوائی جہاز میں نمازیں ادا کیں۔ جہاز میں نماز کے لیے کتنی جگہ میسر آتی ہو گی اس کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جو کشادگی جہاز کے

مسافروں نے دکھائی وہ نہایت قابل قدر ہے۔ جہاز میں نماز کی ادائیگی کے لیے نزدیک کے مسافروں نے اپنے آپ کو سکیڑ لیا تھا۔ جہاز کے اکثر مسافروں کو عبادت کا یہ منظر دلکش لگا۔ اس بات کا اندازہ یوں ہوا کہ مسافروں نے ایک تو نماز پڑھنے کے لیے جگہ چھوڑ دی اور دوسرا ان کی آنکھوں سے ہمارے ساتھیوں کے لیے تحسین کے جذبات نکل رہے تھے۔ نماز اور حج ایسے شعائر دین ہیں کہ اکثر نو مسلم ان سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ یہاں جہاز میں ایک ناخوشگوار واقعہ بھی ہوا۔ پرائے تو نہیں اپنوں میں سے کراچی کے ایک صاحب نے ہمارے ساتھیوں کی اس طرح بار بار نماز پڑھنے کو مینرز کے خلاف جانا اور آ کر کافی بد اخلاقی سے منع کیا کہ آپ مسافروں کی اذیت کا باعث بن رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ جہاز کے عملے نے نماز کی جہاز ہی میں ادائیگی سے نہ صرف تعرض نہیں کیا بلکہ ایک لحاظ سے سراہا ہی مگر ہمارے ان صاحب کو یہ عمل آداب کے خلاف نظر آیا۔ احساس کمتری شاید یہی ہوتا ہے!

چلی میں ملتان کے رہنے والے زیادہ تر کم قیمت کی اشیاء چل پھر کر بیچتے ہیں۔ کچھ لوگ اب دکان میں بیٹھ کر نسبتاً بڑا کاروبار بھی کرنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ بعض اپنی جنس ادھار پر گھریلو عورتوں کو بھی بیچ دیتے ہیں۔ وقت مقررہ پر خواتین ادائیگی کر دیتی ہیں۔ وعدہ خلافی تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ سینٹیاگو میں اب ایک مسجد بھی ہے۔ لوگوں کا رجحان بتدریج نماز کی طرف ہو رہا ہے۔ کئی مسلم گھرانے اپنے ایک بیرونی کمرے کو مصلے کے طور پر مختص کر دیتے ہیں۔

چلی کے جن مقامی خواتین و حضرات سے ہمارے ساتھیوں کی ملاقات رہی وہ بھی نہایت دلچسپ ہے۔ اکثر نے شلوار قمیض کے لباس کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے۔ انہوں نے اس کی وضاحت بھی کی کہ یہ لباس بظاہر بدن کے لیے آرام دہ ہے۔ نماز کی عبادت کو ہر جگہ نہایت احترام کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ ہمارے ساتھیوں نے مقامی لوگوں

کو بتایا کہ پاکستان میں عورتیں گھروں میں خانگی امور سر انجام دیتی ہیں اور ملازمت نہایت مجبوری کی حالت میں کی جاتی ہے۔ اسلام میں عورتوں پر خرچ مردوں کی ذمہ داری سمجھا جاتا ہے۔ جو اس میں کوتاہی کا مرتکب ہو وہ عزت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ اولاد والدین کو اپنے پاس رکھ کر ان کی مکمل کفالت کو اپنے لیے اعزاز سمجھتی ہے۔ اور یہ سب اسلام کی بدولت ہے۔ یہ سن کر ایک خاتون نے کہا کاش میں چلی کی بجائے پاکستان میں پیدا ہوتی۔

ایک معمر خاتون نے بتلایا کہ وہ مسلسل اسلام کا مطالعہ کر رہی ہیں۔ پھر اس خاتوں نے بڑے اصرار سے ہمارے ساتھیوں کو مجبور کیا کہ وہ سینٹیاگو میں قیام کے دوران میں ہوٹل میں نہیں ٹھہریں گے بلکہ جو فلیٹ ان کے ہاں ابھی خالی ہوا ہے وہ اس میں قیام کریں۔ انہیں اس فلیٹ کا کرایہ بھی نہیں دینا ہو گا۔ واقعتاً جب ہمارے ساتھیوں نے محترمہ کے کہنے کے باوجود کرایہ دینا چاہا تو وہ انہوں نے نہیں لیا۔ ایک مرتبہ محترمہ نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ آپ جانے سے پہلے ایک خوشخبری سنیں۔ جب ہمارے ساتھی واپسی کا قصد کر رہے تھے تو محترمہ نے کہا کہ مجھے کلمہ پڑھا دیجیے۔ میں آپ جیسے مقدس لوگوں کے سامنے کلمہ طیبہ پڑھنا چاہتی ہوں۔ میرا ارادہ بہت پہلے ہو گیا تھا لیکن ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ آپ لوگوں کی ہر چیز میں وقار ہے۔ آپ کا لباس آپ کی نماز اور آپ کا اپنے دین کے لیے دور دراز کا سفر۔

مولانا نے بتایا کہ ملاقاتوں کے دوران میں ہمیں یہ بھی پتہ چلا کہ اسلام کا جو چہرہ امریکہ دکھانا چاہ رہا ہے چلی کے لوگ اسے پر پیگنڈہ سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ اس کے برعکس وہ اسلام کو امن کا دین سمجھتے ہیں۔

چلی میں شرح خواندگی تقریباً سو فیصد ہے۔ لوگ تعصب فریب اور جھوٹ سے دور ہیں۔ وہاں ذہنی الجھنیں بھی نہیں پائی جاتی ہیں۔ لوگ کہنے والے کی بات پر توجہ دیتے ہیں

اور پوری طرح حق اور حقیقت کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ چلی میں اشتراکیت رہی ہے لیکن اشتراکیت وہاں کا نظریہ نہیں بن سکی ہے۔ اسی طرح جدید ملحدانہ افکار سے بھی وہاں کے لوگ زیادہ متاثر نہیں ہوئے ہیں۔ سیدھے سادے طریقے سے وہ عیسائی مذہبی تعلیمات پر عمل کر لیتے ہیں۔ وہاں انسانی فطرت ابھی تک مسخ نہیں ہوئی ہے۔

مولانا نثار احمد چلی میں قیام کے دوران اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ عالم اسلام کو چلی سے مسلسل رابطے میں رہنا چاہیے۔ چلی کے لوگ اسلام اور پاکستان کے بارے میں اچھی رائے رکھتے ہیں۔ امریکی اور مغربی اسلام مخالف پر پیگنڈے کو وہ سیاسی تعصب پر محمول سمجھتے ہیں۔ تبلیغی جماعت کو نہایت احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ وہ خدا کے مشن پر پاکستان کی تبلیغی جماعت کی محنت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مولانا فرمارہے تھے کہ چلی کی معیشت ایک ابھرتی معیشت ہے۔ وہاں پاکستانیوں کے لیے کاروبار کے مواقع بھی ہیں۔

چلی اگرچہ پاکستان کے لحاظ سے دور دراز کا ملک ہے لیکن وہاں کے مسلمانوں کو تنہا چھوڑ دینا انہیں ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ دینی جماعتوں کی آمد و رفت سے اور مواصلاتی ذرائع ابلاغ کی وجہ سے عرب اور پاکستانی مسلمان رغبت سے دینی زندگی کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ ایک ٹمٹماتا دیا روشن تو ہوا ہے اسے بجھنے نہ دینا ہم سب کی ذمہ داری بنتا ہے۔ چلی دور سہی مگر اپنا سا لگتا ہے۔